امام زمانہ عجل فرجہ الشریف

ترجمہ از اسوہ ہائے جاوید (فارسی) تصنیف پروفیسر علامہ سید علی محمد نقوی

مترجمہ: بنت زہراء نقوی ندیٔ الہندی معلمۂ جامعۃ الزہراء، تنظیم المکاتب، لکھنؤ

امام زمانہ (عجل) اور عقیدۂ مہدویت

۲۶۰ھ مطابق ۸۷۳ء میں امام حسن عسکریؑ کی شہادت کے بعد مشیت خدواندی نے بارہویں امام حضرت مہدیؑ کو پردۂ غیبت میں روپوش کردیا تاکہ مشعل بردار نور، ظلمت کی بے پناہ طاقتوں کی یورش سے محفوظ رہے۔

غیبت امام کے زمانہ کو دو مرحلوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: غیبت صغریٰ جس کی مدت ۲۶۰ھ مطابق ۸۷۳ء سے ۳۲۹ھ مطابق ۹۴۰ء تک ہے اور غیبت کبریٰ جو ۳۲۹ھ مطابق ۹۴۰ء سے شروع ہوتا ہے۔ غیبت صغریٰ کے دوران امام اپنے نائبوں کے ذریعہ (نواب اربعہ) اپنے پیروکاروں سے رابطہ رکھتے تھے مگر اس کے بعد سے یہ ظاہری رابطہ منقطع ہوگیا اور امام مکمل طور پر پردۂ غیبت میں چلے گئے، ایک مناسب مدت تک کے لئے جسے مشیت خداوندی منتخب کرے گی، اس وقت وہ ظہور فرمائیں گے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ امام مہدیؑ کے ظہور کے ساتھ ہی دنیا میں حکومت عدل ونظام الٰہی قائم ہوجائے گا اور اسلام کی حقیقی تعلیمات مکمل طور سے رائج ہوجائیں گی۔

ممکن ہے یہ سوال پیدا ہو کہ کیا کسی کی اتنی طویل عمر بھی ہوسکتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ ائمہ ایسے انسان ہیں جو خداوند عالم کے خصوصی فیض وعنایت کے حامل ہیں۔ وہ انسان بھی ہیں اور خصوصی قوت واختیارات کے مالک بھی ہیں اور روحانی بلندی کے لحاظ سے معنوی کمال کی چوٹی پر فائز ہیں، اگر خدائے بزرگ کی خاص عنایت کی وجہ سے ان مقدس ہستیوں میں سے کوئی ہستی عام انسانوں کے برخلاف زمان ومکان کی قید سے آزاد ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اگر ہم خداوند تعالیٰ کی ذات، اس کی قدرت اور روحانیت پر اعتقاد رکھیں تو ہمارے لئے اس حقیقت کو سمجھنا زیادہ مشکل نہیں کہ کوئی انسانِ کامل صدیوں تک موت سے محفوظ رہ سکتا ہے، کیونکہ خداوند قدوس جو موت وزیست کے قانون کا بانی ہے، بلاشک کسی کی حیات کو معمول سے زیادہ (اپنی مشیت کے مطابق طولانی) کردینے پر بھی قادر ہے۔ کسی مسلمان کے لئے بالخصوص اس امر میں کسی شک یا تردد کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ قرآن کی رو سے ہر مسلمان کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت خضرؑ آج بھی زندہ ہیں اور حضرت نوحؑ نے سینکڑوں سال کی عمر پائی۔

غیبت کے دور میں امام کون سا کردار ادا کر رہے ہیں؟

ممکن ہے سوال پیدا ہو کہ امام دور غیبت میں کون سا کردار ادا کررہے ہیں یا کیا ان کی امامت بے کار اور لاحاصل ہے؟ یہ شبہہ امامت کی حقیقت اور اس کے فرائض سے ناواقفیت کی پیداوار ہے۔ جیسا کہ بار بار بتایا گیا ہے کہ امام صرف سیاسی، اجتماعی اور فکری رہبری کے فرائض انجام نہیں دیتا بلکہ اہم معنوی،

باطنی اور روحانی فرائض بھی انجام دیتا ہے۔ امام دنیا والوں کے لئے فیضان الٰہی کا ایک وسیلہ ہوتا ہے۔ جو لوگ انسانی اور معنوی ارتقاء کی راہوں پر گامزن ہوتے ہیں امام ان روحوں کی رہبری کرتا ہے۔ امام کے فرائض محض اجتماعی اور مادی ہی نہیں بلکہ باطنی اور روحانی بھی ہوتے ہیں۔ امام صرف جسم ہی سے نہیں بلکہ روح سے بھی رابطہ رکھتا ہے اور مومنوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ امام کے اس ماورائی اور باطنی پہلو کو اگر مدنظر رکھا جائے تو اس کے ذریعہ ہم غیبت کے زمانے میں امام کے کردار کو سمجھ سکتے ہیں۔

قرآن مجید میں بھی باطنی رہبری اور ہدایت کی طرف اشارہ موجود ہے اور الیاسؑ وخضرؑ جیسے انبیاء کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو باطنی طور پر لوگوں کو نیکی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ امام آفاق باطن میں بھی موجود ہوتا ہے۔

جیسا کہ اس سے قبل بھی کہا جا چکا ہے کہ امام دنیا والوں کے لئے عنایت وفیضان ربانی کا وسیلہ ہے۔ خدا نے انسان کو اپنے فن تخلیق کے شاہکار کی حیثیت سے پیدا کیا ہے جس میں بعض ملکوتی صفات بھی موجود ہوتے ہیں۔ "**خلق اللّٰہ آدم علی صورتہ**" لیکن خداوند عالم صرف کامل انسانوں جو پیغمبر اور ائمہ ہوتے ہیں، ان میں اپنی عظمت تخلیق کے ہر رخ، ہر پہلو اور ہر خصوصیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس طرح ائمہ خالق کی خلاقیت کی عظمت کا مجسمہ ہوتے ہیں۔ جس طرح ایک مصور تمام نقش اپنا شاہکار بنانے کے لئے کھینچتا ہے، اسی طرح خالق کائنات نے بھی زمین وآسمان ان ہی مقدس ہستیوں کے لئے خلق کئے ہیں، جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ: "**لولاک لما خلقت الافلاک**" یعنی "اے محمدؐ اگر تم نہ ہوتے تو میں یہ زمین وآسمان پیدا نہ کرتا۔" ایسی صورت میں تمام ائمہ بھی اسی "حقیقت محمدی" سے ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ: "**اولنا محمد واوسطنا محمد وآخرنا محمد۔**" اس رو سے سارے ائمہ حدیث قدسی کے اس جملہ کے مصداق ہیں۔

اس طرح امام کا وجود ہر دور اور ہر زمانہ میں ہستی کی بقا کا سبب اور عنایت وفیض خداوندی کا ذریعہ ہیں۔

امام پردۂ غیبت میں بھی وہ خورشید ہیں کہ جس کے گرد زمین، چاند اور ستارے گردش کرتے ہیں، دانستہ یا نادانستہ تمام موجودات امام کی ذات سے نور ہدایت حاصل کرتے ہیں، اسی وجہ سے امام رضاؑ کی مشہور حدیث میں آیا ہے کہ: "**الامام کالشمس الطالعۃ المجللۃ بنورھا العالم وھو بالافق حیث لا ینالہ الابصار ولا الایدی۔**" یعنی "امام خورشید درخشاں کی طرح ہے جو تمام جہاں کو منور کرتا ہے اور وہ ان آفاق پر جلوہ گر ہے جہاں نہ نظر اسے پا سکتی ہے، نہ حواس خمسہ اسے چھو سکتے ہیں۔

فلسفۂ غیبت

فلسفۂ مہدویت کیا ہے؟ فلسفہ مہدویت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہم اسلامی نقطہ نظر سے فلسفۂ تاریخ اور جہاں بینی کے مسائل سے آشنا ہوں۔ تاریخ کی ترقی پذیری اور دنیا میں انسانی زندگی کی آزمائشی کیفیت اور انسان کے انتخاب اور آزاد ارادہ کے مالک ہونے کے متعلق اسلامی نکتۂ نظر کی روشنی میں ہم انبیاء کی بعثت، حضرت محمد مصطفیؐ کی بعثت اور ختم نبوت کا فلسفہ اور بارہ اماموں کے مقرر ہونے کی حکمت اور حضرت مہدیؑ کی غیبت اور دوبارہ ظہور کے فلسفہ کو سمجھ سکتے ہیں۔ اسلامی نکتہ نظر سے خدا نے انسان کو ایسے موجود کے طور پر بنایا ہے جو اشرف المخلوقات ہے اور "ارادہ"، "تعقل"، "ایمان" اور "اشراق" یعنی الہام کی خصوصیتوں کا مالک ہے۔ خداوند تعالیٰ نے انسان کو "ارادہ" کی آزادی اور انتخاب کی توانائی سے نوازا ہے، جو ایک طرف تو خدا کی عظیم عنایت ہیں مگر دوسری طرف ایسی بڑی ذمہ

داری دی جسے قبول کرنے سے پہاڑوں، زمین اور آسمان نے انکار کر دیا تھا۔ اگر ارادہ کی آزادی اور انتخاب کی توانائی نہ ہو تو انسان جانور اور چوپایوں سے بھی نیچے گر جائے۔

مگر انتخاب اس وقت کارآمد ہوتا ہے جب راہ راست واضح ہوتی ہے۔ خداوند عالم کی عنایت اس کے وجود کا لازمہ ہے اس نے ''نبوت'' کا سلسلہ اسی مقصد کے حصول کے لئے نیز انسان کی سعادت اور نجات کے ذرائع فراہم کرنے کے لئے ہی قائم کیا۔ انسان کی روحانی اور فکری نشوونما کے لئے یکے بعد دیگرے پیغمبر مبعوث ہوئے اور مختلف رخوں سے حقیقت کی رونمائی کی، یہاں تک کہ حضرت محمدؐ کی بعثت اور نزول قرآن کے ساتھ ہی بندوں تک ''حقیقت'' اور ''پیغام'' مکمل طور پر پہنچ گئے، دین کی تکمیل ہوگئی، اس کے حدود اور اصلی خطوط متعین ہوگئے۔ چونکہ ''پیغام'' پہنچانے کا کام مکمل ہو چکا تھا لہٰذا حضرت محمدؐ کے ساتھ ہی بعثت انبیاء کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اور حضرت خاتم الانبیاء کی رسالت ہر زمانے کے لئے لازمی طور پر قابل اتباع ہوگئی اور اس کے بعد سے قیامت تک تمام انسانوں کی ذمہ داری ہے کہ پیغمبرؐ اسلام کی پیروی کریں۔

اس کے بعد شرح وتفسیر اور اجرا ونفاذ کا مرحلہ سامنے آتا ہے۔ قرآن میں ''پیغام'' یکجا پہنچ گیا مگر عام انسانوں کے لئے کلام الٰہی کے رموز کا عرفان ممکن نہ تھا لہٰذا ضرورت تھی ایسے خدائی افراد اور کامل انسانوں کی جو ایک طرف تو حدیثوں کے ذریعہ پیغام قرآنی کے تمام گوشوں اور باریکیوں کی تفسیر وتشریح اور سیرت پیغمبرؐ کی تفصیل پیش کریں دوسری طرف عملی طور پر درس دیں کہ مختلف حالات میں انسان کس طرح کی وضع رکھے۔ دوسرے معنوں میں قرآن کے ساتھ ساتھ ایسے انسانوں کی ضرورت تھی جو انسانیت کے لئے ''اسوۂ جاوید'' اور عملی نمونہ ہوں۔ اسی وجہ سے خدا نے ''امامت'' کا سلسلہ قائم کیا۔

لیکن انسانوں کی تربیت (نبوت عامہ) اور خدائی ''پیغام'' پورے طور پر پہنچ جانے کے بعد (نبوت خاصہ) جب معلمان الٰہیہ اور رہبروں نے اس کی تشریح کر دی (منصب امامت) تو مشیت خداوندی کا رُخ اس طرف ہوا کہ ایک امام کو پردۂ غیبت میں روپوش کر دے تاکہ پیغمبروں اور سابقہ اماموں کی تعلیمات کی روشنی میں اور اپنی عقل کی مدد اور فکری توانائی کے ذریعہ اپنے اجتہاد کو صحیح طور پر پورا کریں۔ غیبت کے بعد کا دور ''اجتہاد'' کا دور ہے۔ انسانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے علم اور اپنی عقل کا صحیح استعمال کریں تاکہ وحی اور سیرت پیغمبر وائمہ کی ہدایت سے اپنے مسائل کے حل کے سلسلہ میں فائدہ حاصل کریں۔ بالآخر مشیت الٰہی دوبارہ امام کو پردۂ غیبت سے ظاہر کرے گی تاکہ دنیا میں آئیڈیل معاشرہ اور مثالی نظام قائم ہو۔ انسان دور غیبت میں ایک امتحانی اور آزمائشی مرحلہ سے دوچار ہے، اس کے بعد خدائی معلم دوبارہ ظاہر ہوگا اور صحیح کو غلط سے اور حق کو باطل سے الگ کر دے گا۔

ہم اس ہدایت کے پورے خدائی انتظام کو ایک اسکول سے تشبیہ دے سکتے ہیں، گویا پہلے مختلف درجوں کی سلسلہ وار تعلیم مکمل کرائی گئی (بعثت انبیاء) اور تحریری رہنمائی بھیجی گئی (وحی) آخری (Final) درجہ کی نظریاتی تعلیم دی گئی (پیغمبرؐ اسلام کی بعثت) پھر گیارہ اماموں نے اس تعلیم کو عملی طور پر برت کر دکھایا۔ (امامت کا دور)۔ اس کے بعد معلم کو غیبت کے پردے میں چھپا لیا گیا اور طالب علموں کو چھوڑ دیا گیا کہ (عقل وخرد اور استعداد کے بل بوتے پر) امتحان دیں (غیبت کا زمانہ)۔ اس کے بعد معلم دوبارہ ظاہر ہوں گے اور صحیح جوابات عملی طور پر چیک کر کے نمبر دیں گے (ظہور)۔ اس مثال کے ذریعہ ہم غیبت کے فلسفہ کو کچھ سکتے ہیں۔ ❁❁❁